زمخشری ــ حیات و خدمات

ہلال ناجی

ترجمہ:- محمد راشد اصلاحی

اقلیم خوارزم سابق سوویت یونین کی دو جمہوریاؤں "ازبکستان اور ترکمانستان" کے درمیان واقع ہے۔ قرون وسطی کے اوائل میں "جرجانیہ" اور "کاث" خوارزم کے دو مشہور شہر تھے۔ "جرجانیہ" دریائے جیحون کے غربی جانب فارس میں تھا اور "کاث" اس کے مشرقی جانب ترکی میں واقع تھا۔ جرجانیہ ایک بڑے دریا کے مغرب میں، جس میں کشتیاں چلا کرتی تھیں اور جو جیحون سے نکل کر اس کے محاذی بہتا تھا، کسی قدر بلندی پر واقع تھا۔ پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں "کاث" کے زوال پذیر ہونے کے بعد جرجانیہ کو اقلیم خوارزم کے سب سے اہم شہر ہونے کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اور یہ عرف عام میں مدینۂ خوارزم کے نام سے معروف ہوگیا۔[۱] اہل جرجان نفیس اور عمدہ کاریگری کے لئے مشہور تھے۔ اسی طرح یہاں کا خربوزہ بہت مشہور تھا اور ایسی حلاوت اور لذت کسی اور جگہ کے خربوزوں میں نہیں پائی جاتی تھی۔ خوارزم بہت زرخیز علاقہ تھا اور یہاں بنیادی طور پر اون، روئی، میوے، غلے اور کھانے کی اشیا کی تجارت ہوتی تھی اور جرجانیہ کے بازاروں میں مختلف قسم کی قیمتی اور مشہور پوستین بھی فروخت ہوتی تھی۔[۲]

زَمَخْشَر جس کی طرف زمخشری کی نسبت ہے ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جو نوزوار اور جرجانیہ کے درمیان واقع تھا۔[۳] المقدسی نے اس کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے "وہاں ایک قلعہ ہے جس کے چاروں طرف خندق ہے ایک قید خانہ اور مضبوط آہنی دروازے ہیں۔ پلوں کو رات کو اٹھا دیا جاتا تھا۔ بیچ شہر سے ایک سڑک گزرتی ہے اور بازار کے راستے میں ایک خوب صورت جامع مسجد ہے"۔[۴]

زمخشری نے اپنے گاؤں سے متعلق ایک لطیفہ نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ زمخشر کے نواح سے ایک اعرابی کا گزر ہوا تو اس نے اس بستی اور اس کے سردار کا نام پوچھا۔ بتایا گیا کہ بستی کا نام زمخشر اور سردار کا نام رداد ہے یہ سنکر اعرابی نے کہا کہ شر اور رد سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اور اس کے قریب نہیں گیا۔[5]

ولادت، نام، کنیت اور لقب

جار اللہ ابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد خوارزمی زمخشری، ۲۷ رجب ۴۶۷ھ بروز بدھ زمخشر میں پیدا ہوئے[6]۔ علامہ سیوطی نے ان کا سن ولادت ۴۹۷ھ ذکر کیا ہے جو غلط فہمی پر مبنی ہے[7]۔ ان کے دادا اور پردادا کے نام کے باب میں مورخین کے درمیان اختلاف رونما پایا جاتا ہے چنانچہ یاقوت الحموی نے محمود بن عمر بن احمد لکھا ہے[8]۔ اور سمعانی، ابن خلکان اور ابن کثیر نے محمود بن عمر بن محمد بن عمر ذکر کیا ہے[9]۔ جب کہ سیوطی نے انھیں محمود بن عمر بن محمد بن احمد بتلایا ہے[10]۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے اور مکہ مکرمہ میں ایک عرصہ تک مقیم رہنے کی وجہ سے 'جار اللہ' ان کے لیے بطور لقب استعمال ہونے لگا[11]۔ زمخشری کی نشو ونما مشہور وزیر نظام الملک کے عہد میں ہوئی جس کا عہد وزارت علوم وفنون کی ترقی کا عہد زرّیں ہے اور جس کے در پر علماء و فضلاء کا جمگھٹ لگا رہتا تھا[12]۔ اسی علم دوست اور علم پرور وزیر کے عہد میں زمخشری نے اپنے والد کے زیر سایہ نشو ونما پائی جو خود بھی ایک دیندار اور متقی، عالم اور ادیب تھے اور گوشہ نشینی کی زندگی گزارتے تھے[13]۔

شیوخ

زمخشری نے کمسنی ہی میں طلب علم میں رخت سفر باندھا اور نحو وادب کا علم انھوں نے ابومضر محمود بن جریر الضبی الاصبہانی اور ابوعلی حسن بن مظفر نیساپوری سے حاصل کیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے شیخ الاسلام ابومنصور نصر الحارثی اور ابوسعد الشقانی سے حدیث کی سماعت کی[14]۔ ۵۰۰ھ سے قبل وہ بغداد آئے اور وہاں ابوالخطاب نصر بن البطر سے بھی حدیث کی سماعت کی[15]۔ وہاں سے حجاز مقدس کا رخ کیا جہاں وہ ایک عرصہ تک جوار بیت اللہ میں مقیم رہے اور افادہ واستفادہ کا شغل جاری رکھا[16]۔ فقہ کا علم انھوں نے شیخ سدید الخیاطی سے حاصل کیا[17]۔

زمخشری نے بڑی عمر میں بھی اپنے بعض ہم عصروں تک سے علم حاصل کرنے میں کوئی

عار محسوس نہیں کیا۔ چنانچہ مأخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن طلحۃ الیابری الاندلسی متوفی ۵۱۵ھ سے سیبویہ کی "الکتاب" پڑھی[18]۔ اور ابو بکر محمد بن عمر بن عبدالعزیز سے حدیث روایت کی[19]۔ القفطی نے ابوالیمن زید بن الحسن کندی سے نقل کیا ہے کہ جب زمخشری ۵۳۳ھ ہجری میں بغداد آئے تو اس نے انھیں اپنے شیخ ابو منصور بن الجوالیقی (۴۶۶ھ-۵۴۰ھ) کے پاس دوبارہ اس کیفیت میں دیکھا کہ وہ ان کے سامنے لغت کی بعض کتابوں کے ابتدائی حصے اس نیت سے پڑھ رہے تھے کہ ان سے روایت کی اجازت حاصل کریں[20]۔ چنانچہ جوالیقی کا شمار بھی زمخشری کے شیوخ میں ہوتا ہے۔ ابن خلکان کو البتہ ان کے شیخ ابو مضر کے نام میں مغالطہ ہوا اور انھوں نے ان کا نام منصور لکھا ہے[21]۔ جب کہ صحیح وہی ہے جو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ اسی طرح زبیدی کو بھی زمخشری کے شیخ ابو منصور نصر الحارثی کے نام کے باب میں دھوکہ ہوا ہے چنانچہ انھوں نے ان کا نام ابن المنصور الحارثی لکھا ہے[22]۔ صحیح بات وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

سوانحی خاکہ

جب زمخشری طلب علم کی عمر کو پہنچے تو بخارا کے لیے رختِ سفر باندھا۔ لیکن راستے میں سواری سے گرنے کے باعث ان کا ایک پیر ٹوٹ گیا اور زخم کے بگڑ جانے کی وجہ سے اسے کٹوانا پڑا[23]۔ بغداد میں فقیہ احمد بن علی الدامغانی نے زمخشری سے جب پیر کے کٹنے کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ والدہ کی بددعا کا نتیجہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ بچپن میں میں نے ایک چڑیا کے پیر میں دھاگا باندھ کر پکڑ رکھا تھا اتفاق سے وہ میرے ہاتھ سے نکل کر ایک سوراخ میں جا گھسی جب میں نے اسے کھینچا تو اس کا پیر ٹوٹ کر دھاگے کے ساتھ آگیا۔ اس سے میری والدہ کو بہت دکھ ہوا اور انھوں نے میرا پیر ٹوٹ جانے کی بددعا دی[24]۔

مأخذ میں ان کے پیر کٹنے کے ایک اور سبب کا بھی ذکر ملتا ہے اور وہ یہ کہ خوارزم کے علاقہ میں ایک سفر کے دوران ان کو شدید برفباری اور سردی نے آلیا جس کے باعث ایک ٹانگ جاتی رہی[25]۔ اور یہ واقعہ ہے کہ خوارزم کے علاقہ میں عام طور پر بہت سخت ٹھنڈک پڑتی ہے۔ اس خیال کی مزید تائید ابن خلکان کے اس قول سے ہوتی ہے "برف اور ٹھنڈھ کے سبب ان علاقوں میں خصوصاً خوارزم میں اعضا اس حد تک متاثر ہوتے ہیں کہ اکثر کٹ کر گر جاتے ہیں۔ خود میں نے بہت سے

ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے اعضا اسی باعث کٹے ہوئے تھے۔ چنانچہ اگر کسی کے مشاہدہ میں یہ بات نہ آئی ہو تو اسے مستبعد نہیں سمجھنا چاہیے۔[26]

اس طرح زمخشری ایک پیر سے معذور ہو جانے کے بعد لکڑی کا ایک مصنوعی پیر استعمال کرنے لگے اور چلتے وقت اس کو کپڑے سے اچھی طرح ڈھانکے رہتے تھے۔ جس سے دیکھنے والے کو یہ خیال ہوتا تھا کہ وہ لنگڑے ہیں۔[27]

کہا جاتا ہے[28] کہ ان کے والد زمخشر میں مسجد کے امام تھے۔ زمخشری کی معذوری کی بنا پر انھیں درزی کا کام سکھانا چاہتے تھے۔ انھوں نے اپنے والد سے کہا کہ مجھے شہر پہنچا کر وہیں چھوڑ دیجیے۔ چنانچہ انھوں نے زمخشری کو شہر پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں خوش بختی سے نوازا اور رزق کی طرف سے ان کو بے فکر کر دیا۔ اپنی اسی مجبوری کی طرف زمخشری نے اپنے درج ذیل قول میں اشارہ کیا ہے: "کم رأیت من أعرج فی درج المعالی اعرج

ومن صحیح القدم لیس له فی الخیر القدم"[29]

یعنی میں نے بہت سے ایسے معذور دیکھے جو عظمت کی بلندیوں کو جا لیتے ہیں اور بہت سے پاؤں کے تندرست ایسے ہیں جن کا بھلائی میں کوئی حصہ نہیں۔"

زمخشری نے اپنی پوری زندگی تجرد میں بسر کی اور شادی بیاہ اور آل اولاد کے بکھیڑوں سے کنارہ کش رہے۔ ہمارے بعض معاصرین کا خیال ہے کہ محبت میں ناکامی اور جسمانی نقص کا احساس ان کے اس قنوطی نقطہ نظر کے ذمہ دار ہیں۔[30]

زمخشری اپنے والد، والدہ، ماموں اور اپنے استاذ ضبی کی وفات کے صدموں سے یکے بعد دیگرے دوچار ہوئے۔ انھوں نے ان کا بہت کچھ غم منایا اور ان کے مرثیے لکھے خصوصاً اپنے شیخ اور استاد کی موت کا ان پر بہت گہرا اثر پڑا اور اس نے ان کی زندگی کو شدید غم کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ وہ خوارزم میں مقیم رہے اور لوگ دور دراز سے سفر کر کے وہاں آتے اور وہاں آنے والوں کا جمگھٹ لگا رہتا۔[31] علم و فضل کے بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود وہ سمجھتے تھے کہ وہ ناقدری کا شکار ہیں کیونکہ جاہ و منصب اور مال و متاع سے محروم تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے بعض اشعار میں اپنے ان احساسات کا اظہار بھی کیا ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں۔[32]

وما حق مثلی ان یکون مضیعا　　وقد عظمت عند الوریٰ برر سائلی

ولم أدر أن الأرذلین یرون ما　　تمنوا وانی لست احظی بطائل

زمخشری نے جب دیکھا کہ عیش و خوشحالی تو جاہلوں کا مقدر ہے اور اصحاب علم کی قسمت میں محض ابتلاء و آزمائش ہے تو انھوں نے اپنے اس احساس کو شعر کے قالب میں ڈھال دیا۔[۲۳]

أشکو إلی اللہ جفوۃ الزمن　　ودولۃ ما تزال تظلمنی

تؤثر جہالہا بنعمتہا　　وتقصد الفاضلین بالمحن

قلبی لایعرف السرور　　وما اعرف قلبی بشدۃ الحزن

زمخشری نے جاہ و منصب کے حصول کے لئے نظام الملک، اس کے بیٹے مؤید الملک اور بعض سلجوقی سلاطین اور امراء کی مدح میں قصیدے بھی لکھے۔ لیکن اس سے بھی انھیں اپنی خواہش کی تکمیل میں کامیابی نصیب نہ ہوئی تو انھوں نے وطن عزیز ہی کو خیر باد کہہ دیا۔

زمخشری جب حج کے لئے جاتے ہوئے بغداد پہنچے تو شریف ابو السعادات ہبۃ اللہ بن الشجری ان کو ملے اور ان کو خوش آمدید کہا اور جب بیٹھ گئے تو یہ شعر پڑھا۔

کانت مسألۃ الرکبان تخبرنی　　عن احمد بن داؤد اطیب الخبر

حتی التقینا فلا واللہ ما سمعت　　أذنی باحسن مما قد رأی بصری

واستکبر الاخبار قبل لقاءہ　　فلما التقینا صغر الخبر الخبر

اور زمخشری کی بہت کچھ تعریف و توصیف کی۔ جب الشریف کی بات پوری ہوگئی تو زمخشری نے اپنے امتنان و تشکر کا اظہار کیا۔ بہت تعظیم و توقیر کی اور بہت خاکساری کا مظاہرہ کیا۔ اور کہا "زید الخیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب آپ کو دیکھا تو بآواز بلند کلمہ شہادت پڑھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے زید الخیل ہر شخص کو میں نے اس سے کم تر پایا جتنا اس کے بارے میں مجھ کو بتایا گیا تھا سوائے تمہارے کہ تم اس سے زیادہ ہو جتنا تمہارے بارے میں مجھ کو بتایا گیا" یہی حال شریف کا بھی ہے۔ چنانچہ زمخشری نے ان کی تعریف کی اور انھیں دعائیں دی۔ حاضرین کو دونوں کی باتوں پر تعجب ہوا۔ اس لئے کہ حدیث الشریف کے حال کے بالکل مطابق تھی اور شعر زمخشری کے حالات کے عین مناسب۔[۲۴]

۵۱۲ھ میں زمخشری ایک مہلک مرض میں مبتلا ہوئے اس وقت انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ اگر وہ اس شدید بیماری سے شفایاب ہوگئے تو آئندہ نہ کبھی کسی سلطان کے دربار میں حاضری دیں گے اور نہ اس کی مدح سرائی کریں گے اور نہ کبھی اس کے تحفے تحائف قبول کریں گے بلکہ کامل توکل علی اللہ کے ساتھ عبادت وریاضت کریں گے اور قرآن، حدیث اور فقہ جیسے مفید علوم کی درس وتدریس میں وقت گزاریں گے۔[۳۵]

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبول بخشا اور وہ شفایاب ہوگئے۔ شفایاب ہونے کے بعد انھوں نے اپنے عہد کو پورا کیا اور ۵۱۶ہجری میں مکہ مکرمہ کا قصد کیا تاکہ فریضۂ حج ادا کریں اور باقی عمر بھی جوار بیت اللہ میں بسر کریں۔

مکہ مکرمہ پہنچ کر زمخشری نے مسافرت کی زندگی کو خیرباد کہا اور وہاں مستقل سکونت اختیار کرلی اور وہاں کی ایک اہم شخصیت شریف امیر علی بن عیسیٰ بن حمزہ الحسنی، جو ابن وہاس کے نام سے مشہور ہیں، سے ان کے تعلقات استوار ہوگئے۔ وہ خود بھی ایک اچھے ادیب اور شاعر تھے۔ انھوں نے زمخشری کی اس حد تک قدرافزائی کی کہ پچھلے دنوں کی یاد ان کے دل سے جاتی رہی۔ اس خصوصی تعلق کی بازگشت دو چیزوں میں ظاہر ہوئی۔ ایک تو یہ کہ زمخشری نے اپنی متعدد کتابوں کا انتساب ابن وہاس کے نام کیا۔ دوسرے ایک دوسرے کے لئے گہرا اور پاکیزہ تعلق خاطر جو ان کے اشعار کے اندر رچا بسا ہوا ہے۔ دونوں ہی نے اپنے اشعار میں ایک دوسرے کے محاسن کی خوب نغمہ سرائی کی ہے۔[۳۶]

قیام مکہ مکرمہ کے دوران زمخشری نے اپنے آپ کو اپنی بہترین تصنیفات کے لئے یکسو کرلیا۔ اس کے علاوہ درس وتدریس کا شغل اختیار کیا۔ نتیجۃً عالمِ اسلام کے گوشے گوشے سے طالبانِ علم ان سے استفادہ کے لئے وہاں کا رخ کرنے لگے۔ ان کی علمی شہرت کے پھیل جانے کے بعد بہت سے اہلِ علم نے بھی ان سے اجازت چاہی۔ بعض کو تو انھوں نے اجازت دیدی اور بعض کو اجازت نہیں دی۔ ماخذ سے واضح ہے کہ قاضی عیاض نے زمخشری سے اجازت چاہی لیکن انھوں نے انھیں اجازت نہیں دی۔[۳۷] اسی طرح حافظ ابوالطاہر احمد بن محمد السلفی نے ان سے دو مرتبہ اجازت چاہی انھوں نے دوسری مرتبہ اجازت دیدی۔[۳۸]

جوارِ بیت اللہ میں زمخشری کو مادی اور روحانی سکون میسر ہوا، تحقیق و تصنیف کے لیے یکسوئی ملی، تشنگانِ علم کا ان کے گرد جمگھٹا لگا رہتا تھا جو دور دراز سے ان کے پاس علم کی پیاس بجھانے آتے تھے۔ اور انھیں سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ اس کے باوجود وطن کی یادان کے دل میں چٹکیاں لیتی رہتی تھی یہاں تک کہ وہ اس کے ہاتھوں مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے گو کہ انھیں جلد اس پر شدید ندامت کا احساس ہوا جس کا انعکاس ان کے اشعار میں پایا جاتا ہے مندرجہ ذیل اشعار میں اسی ندامت کا احساس جھلکتا ہے۔[39]

هو النفس الصعاد عن كبد حرى   إلى أن أرى أم القرى مرة أخرى

سريت بشخصي لا بنفسي وهمتي   وهيهات ما للأخشبين وللمسرى

مقيمان عند البيت ما ذر شارق   منيخان بالبطحاء ما ذكت الشعرى

اسی زمانے میں زمخشری پر تصوف کا رنگ غالب آگیا۔ اس کے زیر اثر انھوں نے اپنی تمام کتابیں امام ابو حنیفہؒ کے مزار پر وقف کر دیں اور کتاب اللہ کے علاوہ ان کے پاس کچھ باقی نہ رہا تاکہ کوئی مشغلہ اس پر غور و خوص کی راہ میں حارج نہ ہو سکے۔ پھر ان پر قناعت کا رنگ ایسا چڑھا جس کی سرحدیں مایوسی سے جا ملتی ہیں۔ پھر انھوں نے مکہ مکرمہ کا رخ کیا تاکہ حرم کی پناہ میں زندگی کے باقی ایام گزار سکیں اور داعیٔ اجل کے انتظار میں زہد کی بود و باش اختیار کر لی[40]۔ مأخذ سے پتہ چلتا ہے کہ زمخشری ایک بار پھر خوارزم واپس آئے جہاں شب عرفہ ۵۳۸ھ کرکانج میں وقت موعود آپہنچا[41]۔ یہ کرکانج خوارزم کے بڑے اور اہم شہروں میں سے ہے، جیحون کے کنارے واقع ہے[42]۔ اور عربی میں اسے جرجانیہ کہتے ہیں۔ بعض فضلائے ان کی یاد میں مرثیے لکھے[42]۔ زمخشری نے وصیت کی تھی کہ ان کی لوحِ مزار پر یہ اشعار لکھ دیے جائیں[43]۔

الهي قد اصبحت ضيفك في الثرى   وللضيف حق عند كل كريم

فهب لي ذنوبي في قراي فإنها   عظيم ولا يقرى بغير عظيم

زمخشری کے تلامذہ

زمخشری علامۃ العصر تھے چنانچہ ان کے تلامذہ اور ان سے أخذ و استفادہ کرنے والوں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ قفطی نے لکھا ہے کہ زمخشری جس شہر میں بھی داخل ہوتے لوگ ان کے

گرد جمع ہو جاتے اور ان سے استفادہ کرتے۔[۴۵] اب اگر یہ ممکن نہیں کہ سب کا ذکر کیا جائے تو بہتوں کے ذکر سے صرف نظر بھی ممکن نہیں۔ چنانچہ ان کے تلامذہ میں بعض حسب ذیل ہیں۔

۱۔ زینب بنت عبد الرحمٰن الشعری، یہ ابن خلکان اور ان کے استاد ابن النجار کی استاد تھیں۔[۴۶]

۲۔ ابو اسماعیل یعقوب بن شیرین الجندی۔ ان کے متعلق زمخشری کہتے ہیں "یہ اپنے عہد کے سب سے زیادہ صاحبِ فضیلت، صاحبِ عقل، زیرک اور ہوشیار نوجوان ہیں۔ سلطان خوارزم کے کاتب تھے لیکن بعد میں سبکدوش ہو گئے۔ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں۔ یہ ان لوگوں میں شامل ہیں جن کی تعلیم و تربیت پر میں نے خصوصی توجہ دی ہے اور علم و فضل کی بلندیوں تک ان کو پہونچایا۔ یہ میرے ترکش کا سب سے زیادہ قابل اعتماد تیر ہے"۔[۴۷]

۳۔ ضیاء الدین المکی۔ انھوں نے "انموذج الزمخشری" کی شرح لکھی اور اس کا نام "کفایۃ النحو فی علم الاعراب" رکھا۔ اس کے کئی مخطوطات، موجود ہیں۔ جن کا ذکر بروکلمان نے کیا ہے۔[۴۸]

۴۔ ابو الفضل محمد بن ابی القاسم بن بابجوک البقال الخوارزمی۔ زمخشری نے انھیں کو اپنے علمی سلسلے کا جانشین مقرر کیا تھا۔ ۲۰ جمادی الاخری ۵۶۲ھ میں قریب ستر سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ حسب ذیل تصانیف کے مصنف تھے۔

"اسرار العرب وافتخار العرب" "مفتاح التنزیل" "تقویم اللسان فی النحو" "الاعجاب فی الاعراب" "البدایۃ فی المعانی والبیان" "منازل العرب" "شرح أسماء اللّٰہ الحسنیٰ"۔[۴۹]

۵۔ أبو المؤید الموفق بن احمد المکی (۴۸۴ھ۔ ۵۶۸ھ) جو اخطب خوارزم کے نام سے مشہور تھے۔ اور مشہور مصنف تھے۔ اپنے شیخ زمخشری کی مدح میں انھوں نے بہت اشعار کہے تھے۔[۵۰]

۶۔ امام رکن الدین محمود الاصولی اور امام ابو منصور دونوں علم تفسیر میں زمخشری کے شاگرد تھے۔[۵۱]

۷۔ سمعانی نے لکھا ہے[۵۲] کہ ابوالمحاسن اسماعیل بن عبداللہ الطوسی نے طبرستان میں، ابوالمحاسن عبداللہ بن عبداللہ البزاز نے ابیورد میں، ابوعامر بن الحسن السمار نے زمخشر میں، ابوسعد احمد بن محمود نے سمرقند میں اور فقیہ ابوالطاہر ساماں بن عبدالملک نے خوارزم میں مجھ سے زمخشری سے روایت کی ہے۔

۸۔ علی بن محمد العمرانی۔ انھوں نے زمخشری سے "الحاجاۃ بالمسائل النحویۃ" پڑھی تھی، کئی عمدہ کتابوں کے مصنف تھے۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

کتاب المواضع والبلدان" "کتاب تفسیر القرآن" "کتاب اشتقاق الاسماء" ۵۶۶ھ کے قریب وفات پائی۔[۵۳]

۹۔ قاضی ابوالمعالی یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن علی الشیبانی۔ یہ مکہ مکرمہ میں قاضی تھے۔ انھوں نے حرم شریف میں تفسیر "الکشاف" کی روایت زمخشری سے کی۔[۵۴]

۱۰۔ ابوالطاہر برکات بن ابراہیم الخشوعی کو زمخشری نے اجازت دی تھی۔[۵۵]

۱۱۔ نحو و ادب کے مشہور امام یعقوب بن علی بن محمد جعفر البلخی نے زمخشری سے استفادہ کیا اور بہت دنوں ان کا فیض صحبت اٹھایا۔[۵۶]

۱۲۔ جن لوگوں نے زمخشری سے اجازت طلب کی ان میں محمد بن عبدالملک البلخی بھی شامل ہیں جو رشیدالدین الوطواط سے زیادہ مشہور ہیں۔ اپنے زمانے میں نظم و نثر دونوں کے امام سمجھے جاتے تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں "حدائق السحر فی دقائق الشعر" شامل ہے۔[۵۷]

زمخشری کا مسلک[۵۸]

ماخذ اس امر پر متفق ہیں کہ زمخشری مسلکاً معتزلی تھے اور وہ اس کا برملا اعلان کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی تفسیر میں مسلک اعتزال کو کھل کر بیان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ مناظرہ تک کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔[۵۹] زمخشری نے مسلک اعتزال اپنے شیخ ابومضر محمود بن جریر الضبی کے زیر اثر قبول کیا۔ یہ بہت دنوں تک خوارزم میں مقیم رہے۔ وہاں بہت سے لوگوں نے ان سے استفادہ کیا اور ان کی سرپرستی میں اہل علم کی ایک بڑی جماعت تیار ہوئی۔

خوارزم میں مسلک اعتزال کی اشاعت انھیں کے ذریعہ ہوئی۔ان کی علمی جلالت کی وجہ سے بڑی تعداد میں لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان کے زیر اثر یہ مسلک اختیار کیا۔انھیں میں زمخشری بھی شامل ہیں۔

زمخشری کو اعتزال کے باب میں اتنا تشدد تھا کہ وہ خانہ کعبہ کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر کہتے تھے "میں معتزلی شیخ ہوں، ہے کوئی جو سامنے آئے"[۶۰] ماخذ سے مزید معلوم ہوتا ہے کہ فروع کے معاملہ میں وہ حنفی تھے البتہ اصول کے باب میں معتزلی تھے۔[۶۱] ابن الاہدل کہتے ہیں کہ ان کا شمار احناف کے ائمہ میں ہوتا ہے۔البتہ عقیدتاً وہ معتزلی تھے۔[۶۲]

ان کی حنفی مسلک سے وابستگی دو چیزوں سے واضح ہے۔ایک تو یہ کہ انھوں نے امام ابوحنیفہ کے مناقب میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "شقائق النعمان فی حقائق النعمان" لکھا۔[۶۳] دوسرے انھوں نے اپنی کتابوں کو امام ابوحنیفہؒ کے مزار پر وقف کر کے وہیں منتقل کر دیا۔[۶۴] لیکن ایک شعر کی وجہ سے جسے زمخشری نے اپنی کتاب "الفائق فی غریب الحدیث" میں نقل کیا ہے۔ان کے مسلک کے بارے میں شبہ پیدا ہوتا ہے۔

اذا سئلوا عن مذھبی لم ابح بہ

واکتمہ کتمانہ لی أسلم

زمخشری کے بارے میں اہل علم کے خیالات

زمخشری کے بارے میں بعض اہل علم کے تاثرات وآراء کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

یاقوت الحموی نے ان کے متعلق لکھا ہے "وہ فن تفسیر وحدیث اور عربی زبان وادب کے امام تھے ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور غیر معمولی قدر ومنزلت کے مالک تھے اور بیک وقت انھیں مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل تھی۔[۶۵] ابن خلکان نے بھی کچھ اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔چنانچہ کہتے ہیں "تفسیر، حدیث، نحو، زبان وادب اور علم بیان کے عظیم ماہر تھے۔وہ اپنے عہد کے امام تھے۔دور دراز سے مختلف علوم وفنون کے حصول کے لئے تشنگان علم ان کے پاس آتے تھے۔"[۶۶] القفطی نے یہ لکھا ہے "ادب، نحو اور لغت میں ان کا علم ضرب المثل کی حیثیت رکھتا تھا۔وہ علم و ادب کے علامہ اور انساب عرب کے بہت بڑے ماہر تھے۔[۶۷] سیوطی کا یہ بیان ہے "ان کا علم بہت

وسیع تھا، بڑے صاحب فضل تھے۔ ذکاوت و فطانت میں بے مثال تھے اور ہر علم و فن میں لاجواب تھے۔"[۶۸] الذہبی کا یہ خیال ہے: "بلاغت، عربی زبان و ادب، معانی، بیان اور شعر گوئی میں یکتائے روزگار تھے۔"[۶۹] ابن حجر نے یہ لکھا ہے: "بلاشبہ زمخشری کو بلاغت کے مختلف پہلوؤں پر قدرت حاصل تھی اور زبان و بیان پر انھیں ملکہ حاصل تھا۔"[۷۰] فیروز آبادی کا یہ بیان ہے: "یہ بات مسلم ہے کہ زمخشری عربی زبان، نحو اور بیان کے عظیم عالم تھے۔"[۷۱] الزبیدی یہ کہتے ہیں "وہ علامہ دہر تھے۔"[۷۲] الیافعی کا یہ خیال ہے "وہ مختلف علوم و فنون میں امام عصر تھے۔"[۷۳] القزوینی یہ لکھتے ہیں "وہ عربی زبان و ادب اور علم بیان کے ماہر تھے، وہ مختلف قابلِ تعریف کتابوں کے مصنف ہیں، الفاظ و معانی میں ایجاز کے ساتھ ساتھ وہ فصاحت و بلاغت ان کے یہاں پائی جاتی ہے کہ جس کی مثال کسی اور کے یہاں نہیں ملتی ہے۔ ان کی عبارت میں کسی ایک حرف کی کمی بیشی کی جائے تو یہ نقص واضح ہو جائے گا۔"[۷۴] یوسف بن تغری بردی یہ کہتے ہیں "وہ اپنے عہد کے عدیم النظیر عالم، بے مثال شخصیت اور عظیم الشان امام تھے۔"[۷۵] طاش کبری زادہ نے یہ لکھا ہے "علم اعراب، عربی زبان و ادب اور علم معانی و بیان میں دنیا انھیں امام تسلیم کرتی۔ وہ ظاہر و باطن میں نہایت پاکباز اور حسن طینت تھے، علم و فضل میں نادر روزگار تھے، ذکاوت و فطانت میں بحر ذخار تھے اور مختلف علوم میں ملکہ حاصل تھا۔"[۷۶] ابن الاثیر الجزری کا یہ بیان ہے "عربی زبان و ادب میں ان کی مثال پیش کی جاتی۔"[۷۷] ابن ابی ابو فا نے بھی ایسا ہی لکھا ہے "امام کبیر کی زبان و ادب میں مثال دی جاتی۔"[۷۸]

اسی طرح فیروز آبادی، زبیدی، یافعی، قزوینی، ابن تغری بردی، طاشں کبری زادہ، ابن الاثیر، ابن ابی الوفار اور بہت سے دوسرے علما نے ان کے علم و فضل کا بہت واضح الفاظ میں اعتراف کیا ہے اور بہت سے شعرا نے ان کی توصیف میں اشعار کہے ہیں۔

زمخشری کی تصانیف

متقدمین میں کسی نے زمخشری کی جملہ تصانیف کا احاطہ نہیں کیا۔ ان کی تصنیفات کی سب سے مکمل فہرست یاقوت نے دی ہے۔[۷۹] جس میں انھوں نے ان کی ۱۵ تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اسکے آخر میں "وَغَیْرَ ذٰلِکَ" کے الفاظ بھی لکھے ہیں۔ ہمارے زمانے میں زمخشری کی تصانیف کی

سب سے مکمل فہرست وہ ہے جسے بہیجۃ الحسنی نے تیار کیا ہے جن کو زمخشری پر سند کا حیثیت حاصل ہے۔ انھوں نے ان کے متعدد مخطوطات کی اشاعت بھی کی ہے۔ اپنی فہرست میں انھوں نے زمخشری کی ۵۶ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔[۸۰] زمخشری کے مطبوعات اور مخطوطات کی طویل جستجو کے دوران مجھے ان کی ۶۷ کتابوں کا سراغ مل سکا ہے جس کو میں نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ مطبوع، مخطوط اور مفقود۔

زمخشری کی مطبوعہ تصانیف

۱۔ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل

یہ قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ زمخشری اس کی تالیف سے ۵۲۸ھ میں فارغ ہوئے۔ بروکلمان نے اس کے بہت سے مخطوطات اور متعدد شروح وتعلیقات اور مختصرات کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اس کے رد میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔[۸۱] یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے۔ انھیں میں مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ کا دوسرا ایڈیشن بھی ہے جو چار جلدوں میں ۱۹۵۶ء۔۱۹۵۸ء کے دوران شائع ہوا ہے۔ چوتھی جلد کے آخر میں ابن حجر عسقلانی کی "الکافی الشافی فی تخریج احادیث الکشاف" اور محمد علیان المرزوقی کی "الانصاف علی شواھد الکشاف"[۸۲] یہ دونوں کتابیں بھی شامل ہیں۔ زمخشری کو اپنی اس تفسیر پر بہت ناز تھا۔ چنانچہ اس کے متعلق وہ فخریہ کہتے ہیں۔[۸۳]

إن التفاسیر فی الدنیا بلا عدد — ولیس فیھا لعمری مثل کشافی

إن کنت تبغی الھدی فالزم قرأته — فالجھل کالداء والکشاف کالشافی

۲۔ المفصل فی صنعۃ الاعراب یہ نحو میں زمخشری کی سب سے مشہور کتاب ہے۔ ۵۱۵ھ میں وہ اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ یہ کتاب کئی بار طبع ہو چکی ہے۔[۸۴]

۳۔ المحاجاۃ بالمسائل النحویۃ سیوطی نے اس کا نام: "الاحاجی النحویۃ" ذکر کیا ہے۔ بہیجۃ باقر الحسنی نے اس کی تحقیق وتصحیح کی ہے اور ۱۹۷۳ء میں بغداد سے شائع کیا ہے۔ بروکلمان نے اس کا ذکر "المحاجاۃ ومتمم مھام ارباب الحاجات فی الاحاجی والاغلوطات فی النحو" کے نام سے کیا ہے۔

۴۔الانموذج فی النحو، یہ نحو کی ایک مختصر کتاب ہے۔زمخشری نے اس کا مفصل سے اختصار کیا ہے۔یہ کتاب وزیر علی بن الحسین الاردستانی کے نام سے منسوب ہے۔متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔اور اس کی کئی مطبوعہ شرحیں بھی ہیں۔[۸۵]

۵۔القسطاس المستقیم فی علم العروض بہیجۃ باقر الحسنی نے تحقیق و تصحیح کے بعد ۱۹۷۰ء میں نجف سے اسے شائع کیا ہے۔احمد بن حسن بن احمد النحوی الموصلی نے اس کی شرح لکھی ہے جس کا ایک مخطوطہ لیدن میں محفوظ ہے۔[۸۶]

۶۔مقدمۃ الادب یہ عربی فارسی لغت ہے۔زمخشری نے اسے اہل فارس کو عربی زبان سکھانے کے لئے لکھا تھا۔امیر ابوالمظفر اتسنر بن خوارزم شاہ کے نام یہ کتاب معنون ہے۔۱۸۴۳ء میں یہ کتاب مستشرق WETYSTEIN (وتزستاین) کی تحقیق سے لیپزگ سے شائع ہوئی۔[۸۷] اسی طرح یہ کتاب سید محمد کاظم کی تحقیق سے ۱۹۶۳ء۔۱۹۶۵ء کے دوران طہران سے دو جلدوں میں شائع ہوئی۔[۸۸]

۷۔الفائق فی غریب الحدیث اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ابن اثیر[۸۹] اور ابن حجر[۹۰] نے اس کی بہت تعریف کی ہے۔ایک سے زائد بار طبع ہو چکی ہے۔اس کا سب سے اچھا اڈیشن ۱۹۶۹ء۔۱۹۷۱ء میں البجاوی اور ابوالفضل کی تحقیق سے چار جلدوں میں قاہرہ سے شائع ہوا ہے

۸۔اساس البلاغۃ مجاز اور استعارہ سے متعلق یہ ایک بہت عمدہ لغت ہے۔متعدد بار طبع ہو چکا ہے[۹۱]۔اس کے متعدد مخطوطات موجود ہیں جن کا ذکر بروکلمان نے کیا ہے۔[۹۲]

۹۔الجبال والامکنۃ والمیاہ یہ ایک جغرافیائی لغت ہے اور ایک سے زائد بار طبع ہو چکا ہے اس کی آخری اور سب سے اچھی اشاعت وہ ہے جو ابراہیم السامرائی کی تحقیق سے ۱۹۸۰ء میں "الامکنۃ والمیاہ والجبال" کے عنوان سے بغداد سے شائع ہوئی ہے۔اس کی تدوین میں آستانہ میں احمد ثالث کی لائبریری میں موجود مخطوطات میں سے دو پر اعتماد کیا گیا ہے۔[۹۳]

۱۰۔النصائح الکبار اس کا دوسرا نام "المقامات" بھی ہے۔یہ زمخشری

کے پچاس خطبات کا مجموعہ ہے۔ زمخشری نے ۵۱۲ھ میں شدید مرض میں مبتلا ہوکے کے بعد اس کی تالیف کی تھی۔ یہ کتاب متعدد بار طبع ہوچکی ہے۔ زمخشری نے اس کی ایک شرح بھی لکھی تھی جو اسی کے ساتھ چھپی ہے۔[۹۴]

۱۱۔ مسألة فی کلمة الشهادة بہیجہ حسنی نے ۱۹۶۸ء میں بغداد سے شائع کیا ہے۔

۱۲۔ خصائص العشرة الکرام البررة اسے بھی بہیجہ حسنی نے ۱۹۶۸ء میں بغداد سے شائع کیا ہے۔

۱۳۔ المستقصی فی امثال العرب یہ ضرب الامثال کا ایک لغت ہے۔ ۱۳۸۱ھ میں محمد عبد المعین خان کی تحقیق سے حیدرآباد دکن سے شائع ہوا۔ اس کے بہت سے مخطوطات موجود ہیں۔[۹۵]

۱۴۔ الکلم النوابغ مسجع نصائح وحکم کا مجموعہ ہے۔ ۱۷۷۲ء میں جان جاک شولتنز J.J SCHULTENS (۱۷۱۶ء۔ ۱۷۷۸ء) نے جرمن ترجمے کے ساتھ اسے شائع کیا۔ ۱۸۷۱ء میں دی مینار de MEYNARD نے فرانسیسی ترجمے کے ساتھ پیرس سے شائع کیا۔ اس کے متعدد غیر تحقیقی اڈیشن شائع ہوچکے ہیں جن میں عبد الحمید احمد حنفی کا قاہرہ اڈیشن بھی شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ الویس سپرنجر ALOYS SPRENGER کی شرح بھی ہے جس میں مشکل الفاظ کی توضیح وتشریح کی گئی ہے۔ اس کا سب سے اچھا اڈیشن وہ ہے جسے بہیجہ حسنی نے سعودی عرب سے شائع ہونے والے 'مجلہ العرب' کے ۱۹۷۱ء کے نویں اور دسویں شمارے میں شائع کیا ہے۔[۹۶]

۱۵۔ ربیع الابرار یہ ایک ضخیم ادبی انسائیکلوپیڈیا ہے جسے سلیم نعیمی نے بغداد سے چار جلدوں میں شائع کیا ہے لیکن فہرست نہ ہونے کی وجہ سے اس کی افادیت میں بہت کمی ہوگئی ہے اس کے متعدد مخطوطات اور مختصرات ہیں جن کا ذکر بروکلمان نے کیا ہے۔[۹۷]

۱۶۔ اطواق الذهب۔ یا "النصائح الصغار" یہ زمخشری کے سو مقالات کا مجموعہ ہے اس میں انھوں نے ظلم وفسادات کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی تلقین کی ہے اور عدل واحسان کو اختیار کرنے کی دعوت دی ہے۔ ۱۹۳۵ء میں اس کتاب کو جوزیف فون ہامر

J. Von HAMMER نے جرمن ترجمہ کے ساتھ فیناسے شائع کیا۔ اور دی مینار نے ۱۸۷۶ء میں فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ پیرس سے شائع کیا اس کے کئی غیر محقق اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ بروکلمان نے اس کے مخطوطات کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کے مخطوطات کا ذکر کیا ہے جن میں اس کی پیروی کی گئی ہے۔[٩٨]

١٧۔ القصیدۃ البعوضیۃ بہجۃ حسنی نے اسے ۱۹۶۷ء میں مجلہ "الاستاد" بغداد میں شائع کیا۔

١٨۔ اعجب العجب فی شرح لامیۃ العرب یہ شنفری کے قصیدہ "لامیۃ" کی شرح ہے متعدد بار طبع ہو چکی ہے ان میں اس کا وہ اڈیشن بھی شامل ہے جو ۱۳۹۲ھ میں دارالوراقۃ سے شائع ہوا ہے۔[٩٩]

١٩۔ المفرد والمؤلف فی النحو بہجۃ حسنی نے اسے "المجمع العلمی العراقی" بغداد کی جلد ۱۵، ۱۹۶۷ء میں شائع کیا۔

٢٠۔ الدر السائر المنتخب من کنایات واستعارات و تشبیہات العرب بہجۃ حسنی نے اسے بھی "المجمع العلمی العراقی" بغداد کی جلد ۱۶، ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔

٢١۔ استجازۃ الحافظ السلفی الشیخ الزمخشری یہ دو اجازتیں ہیں جنھیں بہجۃ حسنی نے مجلہ "المجمع العلمی العراقی" ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں شائع کیا ہے۔

٢٢۔ المفرد فی غریب القرآن[١٠٠] یہ کتاب ۱۳۲۴ھ۔۱۹۰۸ء میں مصطفی البابی حلبی قاہرہ سے شائع ہوئی۔

زمخشری کی غیر مطبوعہ تصانیف

٢٣۔ دیوانِ شعر اس کے بعض مخطوطات کا ذکر "دیوان" کے نام سے بروکلمان نے کیا ہے[١٠١]۔ اس کا ایک مخطوطہ "بستان العقلاء و دیوان الادباء" کے نام سے صغار میں مخطوطات آل حمید الدین میں موجود ہے۔ میں نے مجمع علمی عراقی میں اس کے دو مخطوطات کی فوٹو کاپیاں دیکھی ہیں۔ پہلا تو وہ ہے جسے معہد المخطوطات العربیۃ نے دارالکتب المصریہ سے عکس لیا تھا۔ مجمع

میں اس کا نمبر شمار ۳۷۶۷ ہے۔ دوسرا مکتبہ رئیس الکتاب آستانہ کا عکس ہے۔ اس کا نمبر شمار مجمع میں ۳۷۶۳ ہے۔ بہیجہ حسنی نے "المحاجاۃ بالمسائل النحویۃ" کے مقدمہ میں لکھا تھا کہ انھوں نے اس دیوان کی تحقیق و تصحیح کا کام مکمل کر لیا ہے۔ لیکن ابھی تک وہ شائع نہیں ہو سکا ہے۔

۲۴۔ قصیدۃ فی سؤال الغزالی عن جلوس اللہ علی العرش وقصور المعرفۃ البشریۃ اس کا ایک مخطوطہ برلن میں ہے جس کا نمبر ۷۶۸۸ ہے۔[۱۰۲]

۲۵۔ نزھۃ المستأنس ونھزۃ المقتبس اس کا ذکر یاقوت نے کیا ہے[۱۰۳] اس کا ایک مخطوطہ آیاصوفیہ آستانہ میں موجود ہے۔ جس کا نمبر ۴۳۲۱ ہے۔[۱۰۴] بہیجہ حسنی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ربیع الابرار کا اختصار ہے۔ اور مخطوطہ ۸۴۸ھ کا لکھا ہوا ہے۔[۱۰۵]

۲۶۔ مختصر الموافقۃ بین اھل البیت والصحابۃ اس کا ایک مخطوطہ مکتبہ احمد تیمور پاشا قاہرہ میں ہے۔[۱۰۶]

۲۷۔ المنہاج فی الاصول اس کا ذکر یاقوت[۱۰۷]، ابن خلکان[۱۰۸] اور ابن قطلوبغا[۱۰۹] وغیرہ نے کیا ہے۔ بروکلمان نے مدینہ منورہ میں موجود اس کے ایک نسخے کا ذکر کیا ہے۔[۱۱۰] جس کا نمبر شمار ۵۱۶ ہے۔

۲۸۔ نکت الاعراب فی غریب الاعراب اس کا ایک مخطوطہ دارالکتب المصریۃ میں ہے جس کا ذکر بروکلمان نے کیا ہے۔[۱۱۱]

۲۹۔ الکشف فی القرأءات اس کا ایک نسخہ مکتبہ رباط سید عثمان، مدینہ منورہ میں ہے، بروکلمان نے اس کا ذکر کیا ہے۔[۱۱۲]

۳۰۔ رسالۃ التصرفات اس کا ایک مخطوطہ المکتب الہندی میں ہے جس کو بروکلمان نے ذکر کیا ہے[۱۱۳] اس پر محمد عصمت اللہ بن محمود نعمت اللہ کا حاشیہ بھی ہے۔ میرا خیال ہے کہ شاید یہ وہی کتاب ہے جس کو اسماعیل پاشا نے سطلبۃ الحفاۃ فی شرح التصرفات" کے نام سے ذکر کیا ہے۔[۱۱۴]

۳۱- رسالۃ فی المجاز والاستعارۃ اس کا ایک مخطوطہ طہران میں ہے جس کا ذکر بروکلمان نے کیا ہے[115] میرے خیال میں غالباً یہ وہی کتاب ہے۔ جس کو بہجۃ حسنی نے "الدرر الدائر المنتخب فی کنایات واستعارات وتشبیہات العرب" کے نام سے شائع کیا ہے اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

۳۲- تعلیم المبتدی وارشاد المقتدی اس کا ایک نسخہ دار الکتب المصریۃ میں ہے جس کا نمبر ۴۲۵۴ س ہے۔[116]

۳۳- رؤس المسائل فی الفقہ ابن خلکان نے اس کا ذکر کیا ہے[117]۔ اس کا ایک مخطوطہ چیسٹر بیٹی لائبریری، ڈبلن میں ہے جس کا نمبر ۳۶۰۰ ہے۔[118]

۳۴- شرح أبیات کتاب سیبویہ اس کا ایک مخطوطہ احمد الثالث لائبریری آستانہ میں موجود ہے۔[119]

۳۵- شرح المفصل یاقوت کے مطابق اس کا نام "حاشیۃ علی المفصل" ہے۔[120] اور سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں اس کا نام "شرح بعض مشکلات المفصل" لکھا ہے[121] اسکا ایک مخطوطہ چیسٹر بیٹی لائبریری میں ہے جس کا نمبر ۳۶۵۵ ہے۔ دوسرا فینا ہے جس کا نمبر ۱۵۴ ہے اور تیسرا الیڈن میں ہے جس کا نمبر ۱۶۴ ہے۔[122]

۳۶- المنتقی من شرح شعر المتنبی للواحدی اس کا ایک نسخہ مکتبہ شیخ الاسلام، مدینہ منورہ میں ہے جس کا نمبر ۹۵، ہے اس کا سال کتابت سنہ ۶۳۳ھ ہے اور ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔[123]

زمخشری کی وہ تصانیف جو دستیاب نہیں

۳۷- الاسماء فی اللغۃ اس کے متعلق احمد محمد الحوفی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ ان کی کتاب "مقدمۃ الادب" کا ایک حصہ ہے۔[125] ان کا یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ یاقوت نے ان دونوں کتابوں کا دو مستقل کتابوں کی حیثیت سے ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔

۳۸- الاجناس ۳۹- الامالی فی النحو ۴۰- جواهر اللغۃ

۴۱- دیوان التمثیل ۴۲- دیوان خطب ۴۳- دیوان رسائل

۴۴- متشابہ اسماء الرواۃ۔ ۴۵- الرسالۃ الناصحۃ۔

۴۶- رسالۃ المسألۃ۔ ۴۷- الرائض فی الفرائض۔

۴۸- معجم الحدود۔ ۴۹- ضالۃ الناشد۔ ۵۰- عقل الکل۔

۵۱- صمیم العربیۃ۔ ۵۲- سوائر الامثال۔ ۵۳- تسلیۃ الضریر۔

۵۴- رسالۃ الأسرار ۵۵- شافی العی من کلام الشافعی

۵۶- شقائق النعمان فی حقائق النعمان فی مناقب الامام ابوحنیفۃ

۵۷- المفرد والمرکب فی العربیۃ مذکورہ تمام کتابوں کا ذکر یاقوت الحموی نے کیا ہے۔[۱۲۶]

۵۸- دیوان المنظوم زمخشری نے اس کا تذکرہ ربیع الابرار میں کیا ہے اور اس کے بارے میں فخریہ اشعار بھی کہے ہیں۔

۷۰- اساس التقدیس فی التوحید اسماعیل پاشا البغدادی نے اس کا ذکر "ایضاح المکنون" میں کیا ہے نیز درج ذیل تمام کتابوں کا ذکر ہدیۃ العارفین ۲/۴۰۲ میں ہے۔

۵۹- المختلف والمؤتلف السلفی نے اس کا ذکر المجمع العلمی العراقی جلد ۳۲/۱۸۴ میں کیا ہے۔

۶۱- اسرار المواضع ہوسکتا ہے یہ وہی کتاب ہو جس کو یاقوت نے "رسالۃ الاسرار" کے نام سے ذکر کیا ہے۔ ۶۲- الرسالۃ المبکیۃ

۶۳- زیادات النصوص۔ ۶۴- شرح مختصر القدوری۔ ۶۵- کلمات العلماء

۶۶- مناسك الحج ۶۷- نصائح الملوك ہوسکتا ہے یہ وہی کتاب ہو جس کا ذکر "الرسالۃ الناصحۃ" کے نام سے اوپر گزرا ہے۔ ۶۸- صحیح العربیۃ" میرے خیال میں ہوسکتا ہے یہ وہی کتاب ہو جس کا ذکر صمیم العربیۃ کے نام سے ابھی گزرا ہے۔

۶۹- المدخل فی النحو صاحب عقود الجوہر نے اس کا ذکر کیا ہے لیکن اس کے حوالے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

زمخشری اور شعوبیت

مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شعوبیت ایک دینی اور سیاسی تحریک تھی، جو اہل عرب اور ہر وہ چیز جو عرب سے تعلق رکھتی ہو جیسے عربی زبان وادب، تہذیب وثقافت، اور دین و حکومت سے سخت عناد رکھتی تھی۔ اور بہت سے غیر عرب مسلمان ایسے تھے جو اس تحریک کے مخالف تھے۔ جنھوں نے علی الاعلان اپنی مخالفت کا اظہار کیا اور عربوں کی قابل فخر روایات، ان کی تاریخ اور ان کی زبان کا دفاع کیا۔ علامہ زمخشری بھی انھیں لوگوں میں شامل ہیں۔ چونکہ معتزلہ نے شعوبیین کی مخالفت اور اسلام کے دفاع کا بیڑا اٹھایا، اس لئے بحیثیت معتزلی زمخشری کے لئے اس فکر کو اپنانا اور اس کا دفاع کرنا ضروری تھا چنانچہ وہ اپنی کتاب " المفصل فی صناعۃ الاعراب " میں جس کی تالیف سے وہ ۵۱۵ھ میں فارغ ہوئے، کہتے ہیں " میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے عربیت کے علماء میں شامل فرمایا ہے اور عرب کی حمایت وعصبیت کے لئے غصہ وغیرت ہونا میری فطرت کا حصہ بنایا۔ نیز ان کی حمایت سے دستبرداری اور اپنے لئے کسی الگ امتیازی مقام کا حصول میرے لئے ناممکن بنا دیا۔ اسی طرح یہ بھی اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ناممکن بنا دیا کہ میں شعوبیین کی جماعت میں شامل ہو جاؤں اور اس کے ذریعہ عزت وبلندی حاصل کر لوں اور اس نے مجھ کو ان کے مذہب سے بچا لیا جس میں لعن اور طعن کے سوا کچھ اور نہیں۔

وہ مزید لکھتے ہیں " شاید جو لوگ عربی زبان کی تحقیر کرتے ہیں اس کی قدر ومنزلت کو گھٹاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جو عزت وبلندی عطا کی ہے کہ اس نے اپنا سب سے افضل رسول اور اپنی سب سے منتخب کتاب عجم کے بجائے عرب میں نازل فرمایا، اس کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایسے لوگ شعوبیت کی گمراہی سے بچ نہیں سکتے اس لئے کہ راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں اور واضح حق کے مخالف ہیں۔

ان کی ہٹ دھرمی اور ناانصافی سخت حیرت کی باعث ہے حالانکہ علوم اسلامی میں سے کوئی بھی علم ایسا نہیں ہے جو عربی زبان کا محتاج نہ ہو چاہے وہ فقہ ہو، علم کلام ہو، تفسیر ہو یا حدیث۔ یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ زبان وبیان کے اصول وضوابط اور اس کے مسائل کے

بارے میں جب بھی گفتگو کریں گے تو لامحالہ علم اعراب کا حوالہ ضرور دیں گے۔تفاسیر کی صورت میں حال یہ ہے کہ وہ سیبویہ، اخفش، کسائی اور فراء وغیرہ بصری اور کوفی نحویوں کی روایات سے بھری ہوئی ہیں۔اور نصوص کے مفہوم و مدعا تک پہنچنے کے لئے یہ لوگ انھیں کے اقوال سے مدد لیتے ہیں اور انھیں کی تاویلات کو اختیار کرتے ہیں۔عربی زبان ہی کے ذریعہ یہ لوگ خود علم حاصل کرتے ہیں اسی میں گفتگو کرتے ہیں۔درس و تدریس اور بحث و مناظرہ بھی اسی زبان میں کرتے ہیں۔اسی میں وہ لکھتے ہیں اور اسی میں ان کے حکام دستاویزات اور فرامین لکھتے ہیں۔چنانچہ وہ جہاں کہیں بھی جائیں اور جو کچھ بھی کریں عربی کا تعلق ان کے ساتھ ایسا ہے کہ اس سے دامن کش ہونا ان کے لئے ممکن نہیں ہے۔

تعصب کی عینک لگا کر عربی زبان کی افضلیت کا انکار کرنے والوں کے سلسلے میں علامہ زمخشری رقم طراز ہیں: "واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ عربی زبان کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں۔اس کے مقام و مرتبہ کو چھپاتے ہیں۔اس کی عظمت و وقار کو کم کرتے ہیں اور اس کی تعلیم و تعلم سے منع کرتے ہیں۔چنانچہ ان کے اوپر یہ مثال بالکل صادق آتی ہے "جس پیالے میں کھائیں اسی میں چھید کریں"۔ ان کا ادعا یہ ہے کہ ان کو عربی زبان کی کوئی ضرورت نہیں حالانکہ اس سے انھیں چارہ کار نہیں۔

شعوبیت کی مخالفت اور عرب اور عربیت سے حاصل ہونے والے منافع کے سلسلہ میں ان کے رجحانات کا اندازہ ان کی کتاب "مقدمۃ الادب" کے مقدمہ سے ہوتا ہے۔

"اس اللہ کا شکر ہے جس نے تمام زبانوں پر عربی زبان کو فضیلت دی جس طرح اس نے تمام سابقہ کتابوں پر قرآن کریم کو فضیلت دی۔درود و سلامتی ہو نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے آل پر جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عرب میں سب سے افضل ہیں"۔

زمخشری کے غیر مطبوعہ دیوان کا مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہوگا کہ عرب قوم سے انھیں گہری محبت تھی جس پر انھیں فخر تھا۔وہ اسلام کی نشر و اشاعت میں اس کے تاریخی کردار کی تعریف کرتے ہیں اور عربی زبان پر جو کہ قرآن کریم کی زبان ہے، وہ فخر کرتے ہیں۔ان سب کے

علاوہ انھوں نے اپنے دیوان میں عصبیت کا پرزور انداز میں رد بھی کیا ہے۔[۱۲۹]

یہ قصیدہ زمخشری نے اس وقت لکھا تھا جب عربی تہذیب وثقافت کے انحطاط کا زمانہ تھا اور خلافتِ عباسیہ دم توڑ رہی تھی۔ اس سے ان کی فکری پختگی اور عقیدے کی سلامتی، امت عرب اور عربی تہذیب وثقافت سے شدید محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ محبت ایسی تھی جس کو مختلف دینی اور سیاسی فتنے جو اس وقت عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھے ان کو اپنی جگہ سے ذرا بھی متزلزل نہ کرسکے۔ ان کے عرب اور عربیت کے بہترین دفاع کے صلہ میں اللہ تعالیٰ زمخشری پر اپنی بے پناہ رحمت نازل فرمائے اور انھیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

حواشی و مراجع

۱؎ سترنج۔ بلدان الخلافۃ الشرقیۃ۔ ترجمہ: بشیر فرنسیس وکورکیس عواد، مطبع بغداد سنہ ۱۹۵۴ء ص ۴۸۹-۹۱۔ ۲؎ ایضاً ص ۵۰۲۔ ۳؎ ایضاً ص ۴۹۷۔

۴؎ المقدسی احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم۔ مطبع لیڈن سنہ ۱۹۰۶ء ص ۲۸۹۔

۵؎ یاقوت الحموی۔ معجم البلدان، مطبع لایسک سنہ ۱۸۶۷ء ۹۴۱/۲، والزبیدی محمد مرتضیٰ تاج العروس ۲۴۲/۳۔ واحمد بن محمد المقری۔ ازہار الریاض فی اخبار عیاض ۲۹۲/۳۔ القاہرۃ سنہ ۱۳۶۱ھ۔

۶؎ السمعانی۔ الانساب ص ۲۷۸ لندن سنہ ۱۹۱۲ء والانباری۔ نزہۃ الالباء ص ۳۹۳۔ القاہرۃ۔ دار نہضۃ۔ مصر و یاقوت الحموی۔ ارشاد الاریب ۱۴۷/۷، ابن خلکان۔ وفیات الاعیان ۱۷۳/۵۔ بیروت، الذہبی المختصر فی اخبار البشر ۱۶/۳، قاسم بن قطلوبغا۔ تاج التراجم ص ۷۲ بغداد سنہ ۱۹۶۲ء، ابن العماد الحنبلی شذرات الذہب ۱۲۱/۴۔ بیروت۔

۷؎ جلال الدین السیوطی۔ بغیۃ الوعاۃ ۲۷۹/۲۔ القاہرۃ سنہ ۱۳۸۴ھ۔

۸؎ الارشاد ۱۴۷/۷۔

۹؎ الانساب ص ۲۷۷، وفیات الاعیان ۱۶۸/۵، ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ ۲۱۹/۱۲۔ مکتبۃ المعارف ومکتبۃ النصر سنہ ۱۹۶۶ء ۱۰؎ بغیۃ الوعاۃ ۲۷۹/۲

۱۱؎ تاج العروس ۲۴۲/۳۔ بیروت۔

۱۲؎ عماد الدین الاصفہانی۔ تاریخ دولۃ آل سلجوق ص ۵۹۔ بیروت سنۃ ۱۹۷۸ء۔

۱۳؎ زمخشری کے والد کے اوصاف کے لئے دیکھئے ان کے دیوان کا مخطوطہ ص ۷۱۔۷۲۔

۱۴؎ ارشاد الاریب ۱۴۷/۷، والبغیۃ الوعاۃ ۲۷۹/۲، و یاقوت الحموی۔ معجم الادباء ۱۹۰/۹-۱۹۱،

۱۵؎ السیوطی۔ طبقات المفسرین ص ۴۱۔ لیدن سنۃ ۱۸۳۹ء، الداؤدی طبقات المفسرین ۳۱۵/۲۔ القاہرہ سنۃ ۱۳۹۲ھ۔

۱۶؎ محمد بن احمد الحسنی۔ العقد الثمین فی تاریخ البلدان الامین ۱۳۷/۷۔ القاہرۃ سنۃ ۱۹۶۷ء۔

۱۷؎ طاش کبری زادہ۔ مفتاح السعادۃ ۱۰۰/۲۔ القاہرۃ۔ دار الکتب الحدیثۃ۔

۱۸؎ محمد یعقوب فیروزآبادی۔ البلغۃ فی تاریخ ائمۃ اللغۃ ص ۲۵۷ دمشق سنۃ ۱۳۹۲ھ د ازہار الریاض ۲۷۷/۳، ۱۹؎ العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین ۱۵۰/۷۔

۲۰؎ علی بن یوسف القفطی۔ انباہ الرواۃ علی أنباء النحاۃ ۲۷۰/۳۔ القاہرۃ سنۃ ۱۳۷۴ھ۔

۲۱؎ وفیات الاعیان ۱۶۸/۵، و ۱۷۲/۵۔ ۲۲؎ تاج العروس ۲۴۲/۳۔

۲۳؎ انباہ الرواۃ علی أنباء النحاۃ ۲۶۸/۳، بغیۃ الوعاۃ ۲۸۰/۲، ارشاد الاریب ۱۴۷/۷۔

۲۴؎ انباہ الرواۃ ۲۶۸/۳۔ و ارشاد الاریب ۱۴۷/۷۔

۲۵؎ وفیات الاعیان ۱۶۹/۵۔ ۲۶؎ ایضاً ۱۶۹/۵۔

۲۷؎ مفتاح السعادۃ ۹۹/۲۔ ۲۸؎ ایضاً ۱۰۰/۲۔

۲۹؎ الزمخشری۔ نوابغ الکلم ص ۱۱۔ القاہرۃ۔ مرتبہ عبد الحمید الحنفی۔

۳۰؎ بھیجۃ حسنی۔ الزمخشری شاعراً ص ۴-۵ طبع بغداد سنۃ ۱۹۷۵ء

۳۱؎ انباہ الرواۃ علی أنباء النحاۃ ۲۶۶/۳۔

۳۲؎ دیوان الزمخشری ص ۹۵۔ اس کی ایک کاپی المجمع العلمی العراقی کی لائبریری میں ہے جس کا نمبر ۴۸۲ ہے۔ ۳۳؎ ایضاً ص ۱۱۳۔

۳۴؎ عبد الرحمن الانباری۔ نزہۃ الالباء ص ۳۹۲۔ القاہرہ۔ دار نہضۃ۔ مصر۔ ارشاد الاریب ۱۴۷/۷-۱۴۸۔ ۳۵؎ دیکھئے مقدمہ "المقامات" للزمخشری۔ مصر سنۃ ۱۳۱۲ھ

۳۶؎ قصیدہ کے لئے دیکھئے زمخشری کا دیوان۔ ص ۷۷-۸۰۔

۳۷ـ احمد بن محمد المقری۔ ازھار الریاض فی اخبار عیاض ۳/۲۸۲۔ القاھرہ۔ سنہ ۱۳۶۱ھ

۳۸ـ دیکھیے: مجلۃ المجمع العلمی العراقی۔ ۲۳/۵۷ طبع ۱۹۵۱ء۔

۳۹ـ ازھار الریاض ۳/۲۹۴۔

۴۰ـ ایضاً ۳/۲۸۴، ۲۸۵ و مجلۃ المجمع العلمی العراقی ۲۳/۱۷۸۔۱۷۹۔

۴۱ـ نزھۃ الالباء ص ۳۹۳، ارشاد الاریب ۷/۱۴۸، وفیات الاعیان ۵/۱۴۳، تاج التراجم ص ۷۲۔
لسان المیزان ۶/۴۳، بغیۃ الوعاۃ ۲/۲۸، تذکرۃ الحفاظ ص ۱۲۸۳، المستفاد ص ۳۹۲، المنتظم ۱۰/۱۱۲۔
کامل ابن الاثیر ۱۱/۹۷، مرآۃ الجنان ۳/۲۶۹، البدایۃ والنہایۃ ۱۲/۲۱۹، دول الاسلام ۲/۵۶۔

۴۲ـ عبد المؤمن بن عبد الحق البغدادی۔ مراصد الاطلاع ۳/۱۱۵۹۔ القاھرۃ سنہ ۱۳۷۳ھ وفیات
الاعیان ۵/۱۴۲ و انباہ الرواۃ ۳/۲۶۸۔ ۴۳ـ دیکھیے وفیات الاعیان ۵/۱۴۳۔

۴۴ـ الداؤدی۔ طبقات المفسرین ۲/۳۱۶ ۴۵ـ القفطی۔ انباہ الرواۃ ۳/۲۶۶۔

۴۶ـ الوفیات ۵/۱۷۱ و سیر اعلام النبلاء ۲۰/۱۵۱۔۱۵۶۔

۴۷ـ ازھار الریاض ۳/۲۸۷ و استجازۃ الحافظ السلفی الزمخشری ص ۱۸۴ بغداد سنہ ۱۹۷۳ء

۴۸ـ بروکلمان۔ تاریخ الادب العربی ۵/۲۲۸، ۲۳۸۔

۴۹ـ بروکلمان۔ الترجمۃ العربیۃ ۵/۲۳۹ و معجم الادبا ۱۹/۱۲۶،

۵۰ـ اشعار کے لئے دیکھیے: ازہار الریاض ۳/۲۹۱۔

۵۱ـ مفتاح السعادۃ ۲/۱۰۰ ۵۲ـ عبد الکریم بن محمد السمعانی۔ الانساب
ص ۲۷۷ مرجلیوث۔ مزید دیکھیے: سیر اعلام النبلاء ۲۰/۱۵۱۔۱۵۶،

۵۳ـ معجم الادباء ۱۵/۶۱ ۵۴ـ العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین ۷/۱۳۸،

۵۵ـ ایضاً ۷/۳۹ ۵۶ـ معجم الادباء ۲۰/۵۵،

۵۷ـ ایضاً ۱۹/۲۹ ۵۸ـ ارشاد الاریب ۷/۱۴۷، وفیات الاعیان ۵/۱۷۰
میزان الاعتدال فی نقد الرجال ۳/۴/۱۵، ۵۹ـ ابن کثیر۔ البدایۃ والنہایۃ ۱۲/۲۱۹،

۶۰ـ السیوطی۔ طبقات المفسرین ص ۴۱، ۶۱ـ ابن الجوزی۔ المختصر فی اخبار البشر ۳/۱۶،

۶۲ـ ابن العماد الحنبلی۔ شذرات الذھب ۴/۱۲۱۔ بیروت۔

٦٣ ارشاد الاریب ٧/١٥١۔

٦٤ استجازة الحافظ السلفی الشیخ الزمخشری۔ مجلۃ المجمع العلمی العراقی ٢٣/١٦٨-١٦٩۔

٦٥ ارشاد الاریب ٧/١٤٧۔ ٦٦ وفیات الاعیان ٥/١٦٧۔

٦٧ انباہ الرواة ٣/٢٦٥-٢٦٦، ٦٨ بغیۃ الوعاة ٢/٢٨٠۔

٦٩ سیر اعلام النبلاء ٢٠/١٥١-١٥٦،

٧٠ ابن حجر عسقلانی۔ لسان المیزان ٦/٤ حیدرآباد دکن ١٣٣١ھ۔

٧١ محمد بن یعقوب فیروزآبادی۔ البلغۃ فی تاریخ ائمۃ اللغۃ ص ٢٥٦۔ دمشق ١٣٩٢ھ۔

٧٢ الزبیدی۔ تاج العروس من جواہر القاموس ٣/٢٤٢ بیروت۔

٧٣ مرآة الجنان ٣/٢٦٩۔ ٧٤ القزوینی۔ زکریا بن محمد۔ آثار البلاد و اخبار العباد ص ٥٢٣۔ بیروت ١٣٨٩ھ ٧٥ ابن تغری بردی۔ النجوم الزاہرة ٥/٢٧٤۔ دارالکتب المصریہ مصر۔ ٧٦ مفتاح السعادة ٢/٩٧،

٧٧ ابن الاثیر الجزری۔ اللباب فی تہذیب الانساب ٢/٤٧۔ دار صادر بیروت۔

٧٨ ابن ابی الوفاء القرشی۔ الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ ٢/١٦٠،

٧٩ ارشاد الاریب ٧/١٤٧، ١٥١۔ ٨٠ المحاجاة بالمسائل النحویۃ ص ٢٢-٢٣۔ تحقیق بہیجۃ حسنی۔ بغداد ١٩٧٣ء۔ ٨١ بروکلمان ٥/٢١٦-٢٢٤،

٨٢ عبدالجبار عبدالرحمن۔ ذخائر التراث العربی الاسلامی ١/٥٥٢۔ البصرہ ١٩٨١ء

٨٣ بغیۃ الوعاة ٢/٢٨٠، ٨٤ دیکھئے: ذخائر التراث العربی ١/٥٥٣ و بروکلمان ٥/٢٢٤، ٨٥ ذخائر التراث ١/٥٥٠ و بروکلمان ٥/٢٢٧-٢٢٩، ٨٦ بروکلمان ٥/٢٢٩،

٨٧ یوسف الیان سرکیس۔ معجم المطبوعات العربیہ ص ٩٧٦۔

٨٨ ذخائر التراث ١/٥٥٣، ٨٩ مقدمۃ "النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر" تالیف المبارک بن محمد الجزری۔ تحقیق الزاوی ومحمود الطناحی مطبوعہ ١٣٨٠ھ ١/٩،

٩٠ لسان المیزان ٦/٤، ٩١ ذخائر التراث ١/٩٤٩۔

۹۲ھ بروکلمان ۵/۲۳۱، ۹۳ھ الذخائر ۱/۵۵۰، ۵۵۱ و بروکلمان ۵/۲۳۱،

۹۴ھ ایضاً ۱/۵۵۲ و بروکلمان ۵/۲۳۱-۲۳۲، ۹۵ھ بروکلمان ۵/۲۳۲

۹۶ھ مخطوطات اور شرح کیلئے دیکھئے۔ بروکلمان ۵/۲۳۲-۲۳۳ ۹۷ھ بروکلمان ۵/۲۳۴-۲۳۵،

۹۸ھ ایضاً ۵/۲۳۵-۲۳۷، ۹۹ھ ذخائر التراث العربی ۱/۵۵۰،

۱۰۰ھ ایضاً ۱/۵۵۳، ۱۰۱ھ بروکلمان ۵/۲۳۷،

۱۰۲ھ ایضاً ۵/۲۳۷، ۱۰۳ھ ارشاد الاریب ۷/۱۵۱،

۱۰۴ھ بروکلمان ۵/۲۳۷، ۱۰۵ھ المحاجاۃ ص ۹۲،

۱۰۶ھ بروکلمان ۵/۲۳۸، ۱۰۷ھ ارشاد الاریب ۷/۱۵۰،

۱۰۸ھ وفیات الاعیان ۵/۱۶۹۔ ۱۰۹ھ تاج التراجم ص ۷۱۔

۱۱۰ھ بروکلمان ۵/۲۳۸۔ ۱۱۱ھ ایضاً ۵/۲۳۸۔ ۱۱۲ھ ایضاً ۵/۲۳۸۔

۱۱۳ھ ایضاً ۵/۲۳۸۔ ۱۱۴ھ ایضاح المکنون ۲/۸۶۔

۱۱۵ھ بروکلمان ۵/۲۳۸۔ ۱۱۶ھ المحاجاۃ ص ۲۸۔

۱۱۷ھ وفیات الاعیان ۵/۱۶۹۔ ۱۱۸ھ الزرکلی۔ الاعلام۔ المستدرک الثانی ص ۲۴۱۔ اب یہ کتاب دار البشائر الاسلامیہ بیروت سے چھپ گئی ہے۔ ۱۱۹ھ المحاجاۃ ص ۳۲۔

۱۲۰ھ الارشاد ۷/۱۵۱ ۱۲۱ھ البغیۃ ۲/۲۸۰۔

۱۲۲ھ بروکلمان ۵/۲۲۵ والمحاجاۃ ص ۳۲ ۱۲۳ھ الاعلام ۸/۳۴۲ طبع قاہرۃ سنۃ ۱۹۵۴ء و سنۃ ۱۹۵۹ء

۱۲۴ھ الارشاد ۷/۱۵۱۔ ۱۲۵ھ احمد الحوفی۔ الزمخشری ص ۶۰ قاہرۃ سنۃ ۱۹۶۶ء

۱۲۶ھ یاقوت۔ الارشاد ۷/۱۵۱۔ ۱۲۷ھ اسماعیل پاشا البغدادی۔ ایضاح المکنون ۱/۶۷، وھدیۃ العارفین ۲/۴۰۲۔ ۱۲۸ھ جمیل العظم۔ عقود الجوھر فی تراجم من لھم خمسون تصنیفاً فمائۃ فاکثر ص ۲۹۷ طبع بیروت سنۃ ۱۳۲۶ھ

۱۲۹ھ اشعار کے لئے دیکھئے، زمخشری کا دیوان ص ۱۰۴، ۱۰۶۔

(... الکتب، ریاض ۱۱/۴ ربیع الآخر سنۃ ۱۴۱۱ھ نومبر سنۃ ۱۹۹۰ء)